Advance Social Science Archive Journal
Available Online: https://assajournal.com
Vol.2 No.4, Oct-Dec, 2024. Page No. 1614-1623
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

A CRITICAL ANALYSIS OF THE POETRY OF THE MODERN SARAIKI POET ASHU LAL

جدید سرائیکی شاعر اشولال کے کلام کا تانیثی جائزہ

Dr. Saima Saeed	Assistant Professor Saraiki, Govt. Zainab Graduate College, Chowk Shaheedan, Multan

ABSTRACT

This research paper explains the role of women in Saraiki poet Ashu Lal's poetry. This paper Undercurrent modern Saraiki poetry through the lens of Simone de Beauvoir.

This study finds the feminist dimensions in Ashu Lal's poetry. He sketches similarities with Simone de Beauvoir's existentialist philosophy. He uses Hindi mythology to depict the agony, pain, and difficulties of females and relates them to "Birha Warti Nari." Saraiki poetry is rich in cultural distinctions. He uses echo feminism and portrays the woman with a dolphin as "Bhulhun." He offers a unique perspective on women's experiences and struggles through a qualitative analysis. The folk lores female characters Saasi, Heer identifies themes of identity, agency, and obstruction resounding Beauvoir's notion that "one is not born, but rather becomes, a woman." This study emphasized how Seraiki poets navigate patriarchal societal norms, declaring women's freedoms and challenging traditional gender roles.

Keywords: *poetry, female, gender, feminism, identity*

جدید شاعری کا تانیثی جائزہ ایسے کلامیے اور آئیڈیالوجی کا تجزیہ کرنا ہے جہاں مقتدرہ اتھارٹی، طاقت اور استحصال کرنے والی روایتوں، رواجوں، اصولوں کو نشابر کرتے ہوئے محض مرد کو انسان کا درجہ دے اور عورت کو دُوجا کی حیثیت دے۔ تانیثیت روشن خیالی سے پیدا ہونے والے جدید رویے کا نام ہے اس جدیدیت کا ہدف فکری سماجی سیاسی مذہبی اخلاق حوالوں سے روایتی رویوں کو نفی کرتے ہوئے نئ رویوں کی تشکیل دینا ہے اور اس مقصد کے لیے اقلیت و حقیقت کو احساس مان کر علامتی روایتی استعاراتی اور فرسودہ فکری نظام پر مبنی ادب کی نو تشکیل سے عورت کے متعلق ایک نیا بیانیہ سامنا لانا ہے۔

> "Feminism is an awareness of patriarchal control exploitation and labour opposition at the material and ideological level of women's fertility and sexuality in the family at the place of work and in society in general and conscious action by women and men to transform the present situation" [1]

تانیثیت کا بیانیہ مغربی اور مشرقی سماج کے کلیدی ادبی ڈسکورس کا ایک اہم اور بنیادی حصہ ہے مشرق اور خاص کر برصغیر پاک وہند کا سماج جو براہ راست سامراج کے زیر اثر رہا اور جس کا زمینی سماج خود جدلیاتی عمل سے لامرکزیت کا شکار ہوا۔

سرائیکی شاعری میں جنس سے متعلقہ بیانیہ جنس کی برابر سماجی ازادی کا قائل رہا۔ ہمارے ہاں مرد اور خواتین کے درمیان صنفی امتیازات سماجی اور ثقافتی بنیاد پر بنادیے گئے ہیں۔ متواضع افق کی دریافت ہے۔

شمس الرحمن فاروقی تانیثیت کی تفہیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

> "تانیثیت بنیادی طور پر دو تصورات کی حامی ہے ایک یہ کہ انسان کے دو طبقے ہیں مرد اور عورت اور یہ دونوں ہی ایک دوسرے پر صدیوں سے زیادتی کرتے آرہے ہیں۔ انہیں دونوں کے تعلقات کا مطالعہ جنس کے اصطلاحی معنوں کے تحت کیا جاتا ہے۔ جنس اور صنف مطلب جینڈر اور سیکس دونوں کے تصورات مختلف ہیں۔ صنفی اختلافات کی بناپر مرد عورت کو کمتر یا برتر نہیں کہہ سکتا عورتوں متعلق جو اصول رائج ہیں وہ اصلاً معاشرے کے وضع کردہ ہیں" [2]

نسائی ادب اس اصولی جدوجہد کا نام ہے جو فیمینزم کے اصولوں کے تحت کی گئی ہے یعنی ہر وہ ادب پارہ جس کا محور عورت کے لیے معاشرے میں مساوی حقوق کی جدوجہد ہو نسائی ادب میں شمار ہوتا ہے اس لیے نسائی ادب نسائیت کی تحریک کو بہتر طور پر سمجھنے میں معاون کردار ادا کرتا ہے نسائیت نے اگرچہ مغرب میں جنم لیا مگر ساری دنیا کے ادب پر اس کے واضح اثرات نمایاں ہیں انگریز ناول نگار ورجینا ولف نے اپنی تصانیف "آروم ونس" پہلی مرتبہ نسائی شعور کا اظہار کیا اسی طرح فرانسی ناول نگار اور مفکر سیمن ڈی بوائز کی فلسفیانہ تخلیق "دا سیکنڈ سیکس" نے کسی خاتون تخلیق کار کا اس موضوع پر پہلا معتبر کام قرار ادیا گیا۔ دور حاضر میں ژولیا کرسٹیو الیوس ایری گیرنے اور ہیلن شیر وس نسائی شعور کے افق پر نمودار ہونے والے متعبر نام ہیں جنھوں نے نسائی فکر کی نئی جہتوں کی نشاندہی کی ہے.

Simon de Beviour says:

One is not born but rather , become a woman [3]

جدید سرائیکی شاعری میں ایک بڑا نام سئیں اشولال فقیر کا ہے۔ ان کی پہلی نظموں کی کتاب "چھیڑو ہتھ نہ مُرلی" کو وہ خالصتاً شاعری کا نام دیتے ہیں۔ اشولال اپنے وسیب کلچر اپنی مٹی، سندھ دریا سے جڑ کر ایک خاص بیانیہ لکھتے ہیں وہ اپنی شاعری میں ہندو میتھالوجی کا استعمال کرتے ہوئے اس دھرتی کے قدیم روایات کو نشابر کرتے ہیں اور اس کا انوکھا رنگ اپنی شاعری میں دکھاتے ہیں۔ وہ اپنی شاعری میں رادھا، شیام، مُرلی، موہن، سیتا، کرش، گوتم، تُلسی کی علامتوں کو برتتے ہوئے اس سرزمین کی عورت کے دکھ، مایوس اور مونجھ کو نشابر کرتے ہیں۔ اشولال کی شاعری کا منظر نامہ موجودہ پدرسی سماج کا عین عکاس ہے وہ اس وسیب کی عورت جس کو مختلف استعارات تصورات اور ناموں سے پکارا گیا۔ اس کے وجود کی نفی کے لیے حقیر لفاظی سے اسکی شناخت کو مسخ کیا گیا جیسا کہ بھونڈن کال کلیچھنڑ، بلھہن، کُتی، کھوتی جیسے حقیر الفاظ سے اس کی دوجہ کی حیثیت کو نشابر کیا گیا۔

Sara mail says that

> "Text are socially culturally constructed through a large scale of ideologies by racial economic and historical background." [4]

اشولال کی شاعری میں عورت بطور سسی ان کی نظم "ہر ناری داہک ہوت" میں سسی کا ذکر کچھ یوں ملتا ہے۔

"وے ہوت آکیچیاں والیا
اساں تلی تے سجھ بالیا
تیں کارن تھلاں والڑے
ساڈے پیریں ساوے جھالڑے
اساں برہاور تیاں ناریاں
اساں کُنجاں نال قطاریاں
اساں نت پردیس ہنڈاوے
اساں من وچ کیچ وساونے
ساڈیاں اکھیں جگ پئ جوت وے
ہر ناری داہک ہوت وے" [5]

According to Mumtaz Khan and Jawaid Chandio:

> "In previous days a woman was not respected in social and cultural aspects, but the portrayal of Heer in these parables showed the respect and the image of ideal women in the modern era. The courage to break the conventional thinking and orthodox notion of society makes her special." [6]

اشولال یہاں عورت کو سسی بنا کر اسکی آہوزاری کو اسکی طاقت بناتے دکھائی دیتا ہے، جو اپنی محبت میں اس قدر جرات مند اور ہمت والی ہے کہ وہ اپنی ہتھیلی پہ سورج کی تپش کو محسوس کرنے کی جرات رکھتی ہے اور اس کی ہمت کا مظاہرہ ایسا ہے کہ وہ اپنے عشق کی منزل کو پہنچنے کے لیے اپنے پاؤں میں چھالے ڈال لیتی ہے اور اس تکلیف میں نکلنے والی آوازوں کو عشق کی سوغات مانتی ہے۔

دوسری طرف اشولال اپنی شاعری میں اج کی عورت کو سسی مانتے ہوئے پُنل کے انتظار میں روتا اور قربان ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ شاعر اس روایتی سوچ کی طرف اشارہ کرتا ہے جہاں صدیوں سے ہر گھر میں ایک سسی ہوت کے انتظار میں وہ خود کی نفی کرنے اور قربان ہونے کے لئیے انتظار میں ہے۔ یہاں عورت کا وجود سماجی اور ثقافتی استحصال کا شکار ہے، آج سے پانچ سو سال پہلے بھی عورت اپنے ہوت کے انتظار میں قربان کی گئ اور آج بھی وہی سوچ جاری ہے۔ اج بھی اشولال کے ہاں عورت کو بطور قربانی استحصال دکھ برداشت کرنے والی سے بڑا کیا جاتا ہے۔ وہ عورت کو کونج کے مترادف ٹھہراتے ہوئے

پردیسی اور بے گھر ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے عورت کا اپنا گھر نہیں ہوتا وہ ہمیشہ پردیسی بن کر باپ، بیٹے خاوند کا سہارہ لیتی اور سرپرستی بدلتی اپنا پردیس ڈھونڈتی نظر آتی ہے۔

ڈاکٹر یوسف نون لکھتے ہیں:

"لوک قصیاں وچ فعال تے مرکزی کردار تریمت دا رہیا ہے۔ عشق دا اظہار وی تریمت ولوں نظر دے اے قصے دی داستان مدرسری ویلے دیاں یا اُوتوں متاثرین جیہڑا فطری نظام تے تریمت آزادی دا عملی نمونے ہئی" [7]

ایک اور نظم میں اشولال عورتوں کے دکھ کے ساتھ سانجھ کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

"رُت کتن دی ول آئی
ساڈے سینے سک سمائی
ساڈے بابل ڈھول ونجایا
ساکوں کھیڑیاں گھر پرنایا
آساں لگ دی لاگ نہ مانی
ساڈی نیر ونیر جوانی
اساں ناہراں دے وس پیاں
اساں ونڈی ونڈی تھیاں" [8]

اشولال اس نظم میں عورت کو ہیر بن کر بین کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ ہیر جو بابل کی پسند کو فوقیت دیتے ہوئے خود کو کھیڑوں کے حوالے کر دیتی ہے اور ساری زندگی اپنے ساتھ آنسوؤں، دُکھوں کا جہیز لے کر خود کی نفی کرتی ہے۔ یہاں اشولال مرد کو نہر سے تشبیہ دیتا ہے۔ جو عورت کے نہ صرف وجود بلکہ روح کو بھی پاش پاش کر دیتا ہے۔

ڈاکٹر نعیم کلاسر اوسوں ویہڑے میں لکھتے ہیں:

اپنے مدرسری نظام علامتاں استعاریاں دے نظام وچوں اشوں دی شاعری آنہاں ملیچھیاں دی شودراں دی کہانی بیان " کریندی ہے۔ جنہاں دا پئیو غائب ہے۔ اتے آنہاں دی شاعری ماء دے ڈھڈھ و چوں الیندی اے۔ وحدت الوجود دے اثرات ہیٹھ بھانویں جو کتھائیں، ہیر، تے کتھائیں رانجھن، ہکو کجھ تھی کھڑدن۔۔۔ وت وی ورلاپ دی، جوگ دی، برھا دی ہک کیفیت ساڈے کلاسک وچوں تریمت دا پچھانواں اے۔ [9]

اشولال اپنی ایک نظم میں عورت کو بطخ اور مرد کو مشکی نانگ سے مشابہ دیتے ہوئے لکھتا ہے۔

ڈریاں نال ایویں
اپنے روز دی ڈری اگوں
کہیں کہیں ویلے
توتے پلکدن
لالیاں پلکدن
ویہڑے دے وچ
بدکاں اُودریاں اُودریاں پھردن
کون ءِ جیڑھا
اُودریاں نانویں
پلکدیں نانویں
اپنے باہروں اُٹھ کے ڈیکھے
ساہیں دے پِئی بچھواڑوں
مُشکی نانگ تاں نئں [10]

اشولال اپنی اس نظم کے تحت عورت کو ایک کمزور مخلوق مانتے ہوئے بطخ سے تشبیہ دیتا ہے، اور مرد کو طاقت ور اور حاکم اعلی کا درجہ دیتے ہوئے مُشکی نانگ سے تشبیہ دیتے ہوئے اس پدرسی نظام کی عکاسی کرتا ہے۔ عورت جسے سماجی ثقافتی اور مذہبی حوالے سے چار دیواری میں مقیم کر کے اسے اس سماج کا سامنا کرنے سے نہ صرف روکا بلکہ ڈرایا جاتا ہے اور اس سماج کا مرد جو پدرسی سماج کے تحت گھر میں بالا دستی کا نظام رکھتے ہوئے عورت کی قسمت کا فیصلہ کرنے کا حق رکھتا ہے اور ان فیصلوں کے زہر سے عورت کی زندگی اور موت کا تعین کرتا ہے۔یہی مرد اپنی سوچ کی آلودگی سے عورت کو کبھی غیرت کے نام پر یا پھر کبھی ونی کے نام پر قتل کرنے کا حکم صادر کرتے ہوئے عورت کے مقدر کا تعین کرتا ہے

Sara mills says that:

"Female identity under patriarchy is socio culturally constructed and she is considered as most fragile through stereo images". [11]

اشولال کی شاعری میں عورت کے وجود کا تعارف سماج کی پست سوچ کا عکاس ہے۔ یہاں عورت کا کردار ان ناموں سے کیا گیا ہے جہاں عورت کو محض بدنامی کا دھبہ، بدکار، حقیر جانتے ہوئے اُسے اُدھل کا نام دیتے ہیں، عورت ذات جو عشق میں اندھی، عزتوں کا سودا کرنے والی، بھاگ کر اپنی خواہشوں کی غلام بننے والی کا نام دیتے ہیں۔اشو کی ایک نظم میں ہیر کے لیے اُدھل جانے والی کا نام استعمال کیا گیا ہے یہ لفظ محض ہیر کو کمی، حقیر، بدکار اور غلیظ باور کرانے کی دانستہ کاوش ہے.

Sara Mills says that:

"Most of the metaphors used for females used are structured through conventional thinking than logically. The same metaphors for both sex interpreted different meanings. Metaphors gives the stereotypical knowledge in conservative way. In this way the productive ways of thinking sink into backgrounds due to the foregrounding conflicted motions." [12]

اشولال اپنی ایک اور نظم "بُلھن 'میں عورت کو اس دھرتی کی کتھا کرتے ہوئے دکھاتے ہیں وہ عورت جو اس دھرتی پر اپنے وجود کی متلاشی اور اسکے نہ مانے جانے کا المیہ روتے دکھائی دیتی ہے۔ وہ ماحولیاتی تنقید ایکو فیمینزم کے ساتھ صنفی عدم مساوات کو بخوبی نشابر کرتے ہیں۔

اشولال اپنی اس نظم میں بلہن مطلب ڈولفن کی مدد سے عورت کے وجود کی کتھاء کرتے ہوئے عورت کو ماں بہن ہونے کا آدر دیتے ہیں اور اسے بہن، بیٹی کے روپ میں پدرسی تعصبات سے بچاتے ہوئے مرد کو اسکی عزت کرنے کا پابند کرتے دیکھائی دیتے ہیں۔

اشولال نے بھی خواجہ غلام فرید کی روایت کو اگے بڑھاتے ہوئے اپنی شاعری میں سرائیکی وسیب کے جانور، پرندے، دریا ان سب کو اپنا موضوع بنایا۔ انہوں نے اپنی شاعری میں کونج، بدخ اور ڈالفن کو بات چیت کرتے ہوئے ظاہر کیا ڈولفن دریائے سندھ کی راج کماری ہے اور اس کے بہت سے نام ہیں اسکوانڈس ڈالفن یا پھر بلائنڈ انڈس ڈولفن یا پھر بلائنڈر یور ڈالفین کے ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ سرائکی سندھی میں بُلہن یا اندھی ڈالفن بلاتے ہیں۔ اشولال اس ڈولفن سے اس وسیب کی تریمت کے دُکھوں کو ظاہر کرتا ہے۔ انہوں نے عورت کے آدر میں ڈولفن کو چھٹی ہوئی تریمت سے تشبیہ دی، یہ ایک اساطیری داستان راج کماری کے بطن سے ہے جو پھٹی ہوئی عورت ہے۔ یہاں عورت کی مظلومیت اور اس کی اُداسی، برہا، دکھ، ملامت کو استعارہ بنا کر اسے بلہن کا نام دیتی ہے.

Sara mills says:

"The women are lesser beings and their identity is tied with males." [13]

اشولال اپنی نظم بُلھن میں لکھتا ہے

ساوی کنٹک پچھوں کوئی تریمت ہئی
کوئی تریمت ہئی نیلے کنول پچھوں
کتھاں رُل گئ ہے کیا بُچھدے او
کیا بُچھدے او کتھاں پھٹ گئ ہے
بے گھر تھئ ہے کتھاں گھر ہوندن
کتھاں ناں ہوندن بے ناں تھئ ہے

کوئی ناں رکھ ڈیو ایں بھونڈن دا

نئیں فرق پوندا کوئی مند اکڈھ ڈیوو

تساں مالک او جیویں دل آکھے نال اپنے سرکار کرو [14]

اس نظم کے تحت اشولال اس سماج کی زیادتیوں کو نشابر کرتے ہیں، اور طنز کرتے ہوئے عورت کی اس بوسیدہ حالت کو اس پدرسی نظام کو ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔ اگرچہ عورت اپنے مدرسی نظام کے تحت راج کماری بن کر راج کرتی تھی اور بدرسی نظام کے تحت وہ نہ صرف بے گھر ہوئی بلکہ بے آبرو بھی ہوئی۔ اس بے گھر ہونے سے اسے پھٹا ہوا انسان کہا گیا۔ اج بھی اگر اپ اگر دیہات میں دیکھیں تو وہاں عورت ذات کو جانور کے ناموں سے پکارا جاتا ہے اور اسے حقیر جانا جاتا ہے اسے بلہن، کتی، کھوتی، منجھ بھونڈڑ جیسے القابات سے حقیر جانا جاتا ہے۔ اشولال نے اس بلہن کے نام سے اس وسیب کی تریمت جو صدیوں سے استحصال کا شکار ہے اس کے حق میں کھڑے ہو کر آواز بلند کرتا ہے۔ عورت کے وجود کی نفی درحقیقت اس سماج کے مرد کی کم ظرفی کو ظاہر کرتی ہے۔ صنفی تعصبات کے نام پر خود کو مالک اور سرکار کا درجہ دیتے ہوئے عورت کو غلام اور سدھایا ہوا جانور سے تشبیہ دی جاتی ہے

اشولال مرد کا ایک اور روپ میل شوانزم کی صورت میں بیان کرتے ہیں

کُونجاں مارو

کَپ کے ہتھ پکاوو

اپنیاں ڈالیں دے

اپنے نرہوون دی اُل وچ

جبھ دا لُوبھ ہنڈاوو

تن بنیرے دی مستی اُتوں

چُن کے بُھل وتاوو

اکھیں سیخ چڑھاوو [15]

اشولال میل شاونزم کے تحت مردوں کے جبری رویوں کو نشابر کرتے ہوئے، عورتوں کے مقابلے میں مردوں کو ہر لحاظ سے برتر، ذہین، قابل اور حاکم اعلیٰ مخلوق سمجھتے باور کراتا ہے۔ یہ ایک ایسی ذہنیت ہے جو مردوں کو خواتین پر نہ صرف غلبہ پانے بلکہ ان کو کمتر سمجھنے پر بھی اُکساتی ہے۔ اشولال نے اپنی ایک نظم میل شوانزم کے تحت مردوں کے اس برتری کے احساس اور جنسی استحصال اور غلبہ جیسے عسکری ہتھکنڈوں سے عورت کا سماجی استحصال ہوتے ہوئے دکھایا ہے اگر میں سادہ الفاظ میں بتاؤں تو میل شاونزم عورتوں کے خلاف ایک متصبانہ رویہ ہے جو مردوں کی بالادستی پر یقین رکھتا ہے۔

اس نظم میں پدرسی سماج کا ظالم مرد عورت کو ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتے ہوئے خود کو اسکا مالک باور کراتا ہے کیونکہ یہ ملکیت اور اجازت اسے سماج نے دی ہے کہ مرد کے لیے اپنی عورتوں سے جس طرح کا رویہ روا رکھا جائے عورت کی فرمانبرداری اس پر فرض ہے۔ مرد اپنی عزت وناموس کو برقرار رکھتے ہوئے عورت کو کسی بھی حد تک اپنے احکام کا پابند کر سکتا ہے۔ اور مرد کے لیے عورت ایک دل لبھانے والی چیز سے بڑھ کر نہیں، اور عورت مرد کو دیوتا سمان مانتے ہوئے اس کی پوجا کرے اور اس کے غصب کا شکار نہ بنے۔ اس جاگیردرانہ نظام کا مرد عورت کو زمین زر یازن سے زیادہ کچھ نہیں سمجھتا اور اس کو غلام اور ظلم کرنے کو ترجیح دیتا ہے۔ اپنے اس حاکمانہ رویے سے وہ دراصل اپنی مردانگی کو بڑھاتا ہے۔ اس کے علاوہ اشولال نے تریمت کو بطور نوانی اور اپنی نظم بھڑوتن میں بہت سی رسموں اور رواجوں کے تحت پستے ہوئے دکھایا ہے۔

اشو لال کے ہاں عورت کا ایک بہت خوبصورت روپ ماں کا روپ ہے۔ اشو لال ماں کے اس روپ کو رب کی بہت بڑی دین سمجھتا ہے۔ اور ماں کا روپ مہربان تخلیقات میں سے ایک گنتا ہے۔ وہ اللہ تعالی کی بہت ساری صفات کا عکس عورت کو بطور ماں میں دیکھتے ہوئے لکھتا ہے۔

اُچا آلا کے رب سنڑ دا ہے\
یاوت اپنی ماں سنڑ دی ہے\
اپنے رب نال اپنی ماں نال\
آندے راہ نال، ویندے راہ نال جھیڑا لا کے، اُچا اَلا کے\
بُھلاں توں ودھ ہولے تھئے ہیں\
جیویں ہنیں جے ہووں\
اُچا آلا کے رب سنڑ دا ہے\
یاوت اپنی ماں سنڑ دی ہے\
اپنے رب نال اپنی ماں نال\
آندے راہ نال، ویندے راہ نال جھیڑا لا کے، اُچا اَلا کے\
بُھلاں توں ودھ ہولے تھئے ہیں\
جیویں ہنیں جے ہووں [16]

عورتوں کے بارے میں اج کے جدید شاعر اشولال اس بات پر متفق دکھائی دیتے ہیں کہ کچھ خصوصیات ایسی ہیں جو مرد کی نسبت عورتوں میں قدرے زیادہ پائی جاتی ہیں۔ یہ خصوصیات عورت کی پہچان یا اس کی انفرادیت بنتی ہے۔ جو اسے مرد

سے الگ کرتی ہے مثلاً نازک دلی، رقیق القلمی، شرم وحیا، قربانی، ایثار جیسے احساسات مردوں کے مقابلے میں عورتوں کے ہاں زیادہ تر دکھنے کو ملتے ہیں۔

مجموعی طور پر ہمارے جدید سرائیکی شاعر اشولال نے بیسویں صدی میں عورت کا تانیثی تقاضہ پورا کرتے ہوئے اس کو بطور انسان دیکھنے کی کوشش کی ہے اور "دوجا" جیسے صنفی امتیازات کی تردید کی ہے۔ آج کا شاعر چاہے وہ فوک، کلاسیکل، صوفیانہ شاعری ہو میں ری انٹرپرٹیشن کرتا ہے اور تانیثی حوالے سے اپنی روایتی سرائیکی بیانیے کو تانیسی حوالے سے بدل کر عورت کا ایک نیا رُخ دیکھاتا ہے۔

حوالہ جات

1. انیس ہارون، فیمنزم اور پاکستانی عورت، مضمون مشمولہ، آدھی عورت پورا ادب ایضاً، ص88
2. شمس الرحمن فاروقی، تانیثیت کی تفہیم، مضمون مشمولہ، تانیثیت اور ادب، مرتبہ انور پاشا، دہلی، عرشیہ پبلکیشنز، 2014ء، ص
3. Sara Mills, Feminist stylistic, Routledge 11New fetter lane, London,1995, P-122
4. Sara Mills, Feminist stylistic, Routledge P-122
5. اشولال، چھیڑ وہتھ نہ مرلی، کتاب نگر، ملتان، 1989ء، ص:86
6. Dr, Mumtaz, Dr, Chandio, The study of characterization in Saraiki Folk Tales, page 1021
7. محبوب تابش وسوں ویہڑے، اشولال نمبر 32، مضمون مشمولہ یوسف نون، شادن لُنڈ، ڈیرہ غازی خان، سجاک ادبی سنگت، اکتوبر 2019ء۔ ص230
8. اشولال، چھیڑ وہتھ نہ مُرلی، کتاب نگر، ملتان، 1989,ص86
9. اشولال فقیر، گوتم نال جھیڑ، ڈری دے ڈروچ وستی، ص:36
10. اشولال فقیر، گوتم نال جھیڑ، ڈری دے ڈروچ وستی، ص:36
11. Sara Mills, Feminist stylistic, Routledge 11New fetter lane, London,1995, P-122
12. Sara Mills, P-105-106
13. Sara Mills, , P-107
14. اشولال فقیر، گوتم نال جھیڑ، ڈری دے ڈروچ وستی، ص:36
15. اشولال فقیر، سندھ ساگر نال ہمیشاں، شرکت پریس، لاہور، 2002، ص:56-57
16. اشولال فقیر، گوتم نال جھیڑا ہُنیں، بیکن بکس، ملتان، 1995، ص:16